سکتی ہے۔

واشنگٹن نے لیبیا - ویٹی کن سفارتی تعلقات پر چنداں خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ واشنگٹن کے ذمہ داروں نے کہا ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اُن ملکوں کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات کی مخالفت کرتا ہے جو دہشت گردی کی سرپرستی کرتے ہیں اور اُن پر بین الاقوامی پابندیاں عائد ہیں، تاہم واشنگٹن کو ویٹی کن سے توقع ہے کہ وہ لیبیا کو امریکہ کے خدشات سے آگاہ کرتا رہے گا۔

سفارتی تعلقات کے قیام پر ویٹی کن کے ترجمان کا کہنا ہے کہ "ہم نے اِس اقدام سے لیبیا کے مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان مزید تعاون اور دوستی کے فروغ کے لیے راہ ہموار کر دی ہے۔--- ہولی سی کے سفارتی تعلقات کا واضح مقصد کسی ملک میں مقامی چرچ کے مفادات کا تحفّظ ہے۔ لیبیا میں دو بشپوں کے تقرّر سے وہاں کے پچاس ہزار کیتھولک مسیحیوں کی روحانی ضروریات پوری ہو سکیں گی۔ "نیز اِن تعلقات سے "بین الاقوامی مکالمے کو فروغ حاصل ہو گا۔ قوموں کے ایک برادری ہونے کے تصّور کا تقاضا ہے کہ کوئی ملک اپنی اُن ذمہ داریوں سے پہلوتہی نہ کرے جو سب کے مفاد میں ہیں۔"

اسرائیل کے "تشویش ناک فیصلے" امن کے عمل کے لیے خطرہ ہیں۔

پوپ جان پال دوم نے یہ کہتے ہوئے اسرائیل پر کھلے عام تنقید کی ہے (اور ایسی تنقید شاذو نادر ہی ہوتی ہے) کہ اسرائیلی حکّام کے حالیہ "تشویش ناک فیصلوں" سے مشرقِ وسطیٰ میں جاری امن کا عمل بُری طرح متاثر ہو سکتا ہے۔

۹ مارچ ۱۹۹۷ء کو اپنے کمرے کی کھڑکی سے باتیں کرتے ہوئے پوپ نے اسرائیل کے فیصلوں کا تعیّن تو نہیں کیا، لیکن اُن کے ریمارکس سے بیت المقدس کے عرب خطّے میں یہودی بستی کی تعمیر کے اسرائیلی فیصلے پر ویٹی کن کے سخت خدشات کا اظہار ہوتا ہے۔ پوپ کے ان ریمارکس سے دو روز پہلے اسرائیلی کابینہ نے مغربی کنارے سے محدود انخلاء کے منصوبوں کی منظوری دی جو فلسطینی حکّام کی توقعات سے کہیں کم ہے اور اس سے امن مذاکرات میں ایک اور بحران پیدا ہوا ہے۔

پوپ کے الفاظ میں "بیت المقدس میں اسرائیل کی طرف سے تشویش ناک فیصلے کیے گئے ہیں جن پر بین الاقوامی برادری نے تشویش کے ساتھ توجہ دی ہے۔--- ان سے امن کے عمل اور اس باہمی اعتماد کے جذبے کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے جو امن کے لیے ازحد ضروری ہے۔"

پوپ نے تفصیلات میں جانا تو پسند نہیں کیا، تاہم اُنھوں نے بیت المقدس کو حالیہ واقعات کے باعث دُنیا کی اُن جگہوں میں شامل کیا ہے جو پریشانی کا باعث ہیں۔ پوپ کے الفاظ میں یہ بحران لالچ اور ضد کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، صرف تعمیری مکالمے ہی سے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔

جب فروری ۱۹۹۷ء میں بیت المقدس کے عرب حصّے میں یہودی بستی کی تعمیر کا اعلان کیا گیا تو ویٹی کن میں فلسطینی نمائندے نے کہا تھا کہ یہ مقبوضہ زمین کا غیر منصفانہ استعمال ہے۔ اُنہوں نے آگاہ کیا تھا کہ یہودی بستی بسانے کے اس عمل سے فلسطینی معیشت کو سخت نقصان پہنچے گا، بالخصوص اس لیے بھی کہ یہ بستی بیت المقدس کے نواح میں اُس حصّے میں آباد کی جارہی ہے جو روایتی طور پر مسیحی آبادی کا علاقہ ہے۔ ("دی کرسچین وائس" - کراچی، ۶ اپریل ۱۹۹۷ء)

ریاست ہائے متحدہ امریکہ: حضرت محمد ﷺ کی تصویر سپریم کورٹ سے ہٹائی جائے — مسلمانوں کا مطالبہ

[ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی اعلیٰ ترین عدالت - سپریم کورٹ میں تاریخ عالم کی عظیم ترین قانون دہندہ ہستیوں کو ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ مسلمان تنظیمیں قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں چاہتی ہیں کہ سپریم کورٹ سے حضرت محمد ﷺ کی تصویر ہٹا دی جائے۔ امریکی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کی رائے کو کس زاویے سے دیکھتے ہیں اور کس طرح بعض لبرل - سیکولر مسلمان ایک مسلم ضابطے کو اس بنیاد پر پامال کرنا چاہتے ہیں کہ بعض مجہول مصوّروں نے پیغمبروں کی تصویریں بنائی تھیں، جب کہ اولاً یہ تصویریں کبھی عوام کے سامنے نہیں آئیں، بلکہ اکا دکا کتابوں کے صفحات تک محدود رہیں، ثانیاً یہ بھی واضح نہیں کہ ان کے بنانے والے واقعتاً مسلمان ہی تھے۔ ذیل میں جان ڈارٹ کے "لاس اینجلز ٹائمز" میں شائع شدہ کالم کا روزنامہ "ڈان" کے شکریے کے ساتھ ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔]

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی کم و بیش ایک درجن مسلمان تنظیموں نے امریکی سپریم کورٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ کمرہ عدالت کی دیوار سے نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی پتھر پر نقش شدہ تصویر ہٹا دی جائے جس میں اُنہیں تلوار پکڑے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہ مطالبہ کرتے ہوئے مسلمان تنظیمیں اس امر کی تعریف کرتی ہیں کہ عدالت کی یادگار تصویر میں حضرت محمد ﷺ کو تاریخِ عالم کے اٹھارہ ممتاز قانون دہندہ افراد میں شامل کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلام خود اپنے پیروکاروں کو اس بات سے منع کرتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو تصویروں، مجسموں یا فنونِ لطیفہ کے دوسرے اظہارات میں پیش کریں، اور نہ مسلمانوں کو یہ بات پسند ہے کہ غیر مسلم کوئی ایسا کام کریں۔

مزید براں ساتویں صدی میں مبعوث ہونے والے ان پیغمبر کو نہ صرف ایک ہاتھ میں قرآن